سوشل بائیکاٹ

اور

جماعت ربوہ

◎

محترم مرزا محمد سلیم صاحب اختر
فاضل عربی شاہد

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

www.aaiil.org

سوشل بائیکاٹ

اور

جماعت ربوہ

○

قرآنِ کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے تا ایں دم جس قدر بھی انبیاء اس خاکدان میں اصلاحِ خلق کی خاطر تشریف لائے انہوں نے ہر بات کو دلائل وبراہین سے ثابت کیا اور مخالفین کو حجِ قاطعہ سے ایسا لاجواب کیا کہ ہمیشہ کیلئے ان پر موت وارد کردی۔ قرآن کریم جو سب سے جامع اور اکمل کتاب ہے اس نے بھی اپنے مخالفین کو ان الفاظ سے للکارا: ہاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ کہ کہ اے لوگو اگر تمہیں اس بات پر یقین ہے کہ تم ہی صحیح رستہ پر گامزن ہو تو اس بات کا فیصلہ یوں ہو سکتا ہے کہ آپ لوگ ہمارے مقابل پر وہ دلائل پیش کریں جن سے آپ کا حق بر ہونا ثابت ہو جائے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ۔ $\frac{8}{42}$

اسی طریق کار کو تمام انبیاءؑ نے اختیار کیا اور اپنے بے نظیر اور روشن دلائل سے ہر زمانہ میں اپنے مخالفین پر غالب ہوئے اس کے مقابل پر ہر زمانہ میں مخالفین انبیاءؑ نے بجائے دلائل کا جواب دینے کے ان کا بائیکاٹ کیا انہیں شہر بدر کیا۔ ان کے اموال کو لوٹا اور انہیں قتل کرنے پر آمادہ ہوئے۔ چنانچہ

حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو توحید کا پیغام دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات پر کاربند ہو جاؤ اگر آپ لوگوں نے ان باتوں کو قبول نہ کیا تو یاد رکھو خدا تعالیٰ تم پر سخت گرفت کرے گا۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی پیش کردہ باتوں کو از روئے عقل ونقل آڈ کیا جاتا مگر ہوا کیا نوح علیہ السلام کو یہ انتباہ کیا گیا:۔

قالوا لئن لم تنته ینوح لتکونن من المرجومین (۲۶/۱۱۶)

کہ اے نوحؑ اگر آپ اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو آپ کو سنگسار کر دیا جائیگا اپنی طاقت کے نشہ میں سرشار ہو کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے کو یہ الٹی میٹم دیا۔ بھلا وہ انسان جو احکم الحاکمین سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ان باتوں کو کیسے خاطر میں لا سکتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام برابر تبلیغ میں مصروف رہے اور مخالفین کا استہزاء بھی آپ سے بڑھتا گیا۔ تا آنکہ ایک عظیم طوفان نے ان کا نام صفحۂ ہستی سے ناپید کر دیا۔

اس کے بعد ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ انہوں نے توحید باری تعالیٰ پر جب روشن براہین پیش کئے تو اصنام پرستوں کی جان پر بن آئی مقابلہ کیا مگر منہ کی کھائی۔ آخر ان الفاظ میں قوم کو برانگیختہ کیا۔

قالوا احرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین (۲۱/۶۹)

یعنے اگر کچھ کرنا ہے تو اب کامیابی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ابراہیمؑ کا گھیراؤ کر و۔ اور انہیں پکڑ کر آگ میں جلا دو۔ دلائل سے مقابلہ کرنے کی بجائے اپنی طاقت سے ان کو ختم کرنا چاہا مگر انہیں کیا معلوم تھا ؂

آگ دوزخ کی بھلا ان کو جلائے کیونکر
آتشِ عشق میں جو خود کو جلا بیٹھے ہیں

اس کے بعد لوط علیہ السلام نے جب قوم کو دعوت دی۔ اور ان کے عقائد کی کمزوریاں ان پر واضح کیں تو انہیں کہا گیا:۔

لئن لم تنتہ یا لوط لتکونن من المخرجین۔ ٢٦/١٦

اور دوسری بار کہا:۔

اخرجوا آل لوط من قریتکم انہم اناس یتطہرون (٢٧/٥٦)

یعنی اے لوطؑ تو ان حقائق کو اسی طرح بیان کرتا رہا تو ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ لوطؑ کے ساتھیوں کو بھی شہر سے نکال دو یہ لوگ پاکباز بنے پھرتے ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ لوطؑ علیہ السلام کا دلائل سے مقابلہ کیا جاتا۔ اور ثابت کیا جاتا کہ آپ کے عقائد اور اعمال گمراہ کن ہیں۔ مگر بجائے اس کے ان غریب اور بے ضرر اور قوم کے خیر خواہ لوگوں کو وہاں سے نکالا گیا۔ اس کا انجام کیا ہوا۔ کہ ان کے گناہوں کی پاداش میں سدوم اور عمورہ کی بستیوں پر وہ تباہی آئی کہ ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ انہوں نے بھی لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے کوشش کی۔ عقائد و اعمال کی اصلاح کی دعوت دی۔ قوم کے سرداروں نے انہیں جو جواب دیا قرآن کریم نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔

قال الملاء الذین استکبروا من قومہ لنخرجنک یشعیب والذین آمنوا معک من قریتنا او لتعودن فی ملتنا قال اولو کنا کارھین (٧/٨٨)

یعنی اے شعیب ہم تمہیں اور تیرے ساتھیوں کو شہر بدر کر دیں گے ایک صورت شہر میں رہنے کی ہے۔ وہ یہ کہ ہمارے طریق کار کو اختیار کر لو۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم دل سے ان باتوں کو بُرا بھی جانتے ہوں تب بھی آپ لوگوں کی بات مان لیں؟ یعنی بجائے اس کے کہ اپنی باتوں کو دلائل سے ثابت کرتے اُنہیں کہا کہ شہر میں رہنے کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ ہماری بدکاریوں اور سیاہ کاریوں کو بُرا جانتے ہوئے بھی ہماری ہاں میں ہاں ملاؤ اب آپ اس بات سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ اہلِ حق کو کس طرح زندگی گزارنی پڑتی ہے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ان کا مخاطب فرعون ایسا سرکش اور بے باک انسان تھا۔ جب آپ نے اس کے سامنے توحید باری تعالےٰ اور اپنی رسالت کو پیش کیا۔ تو اس نے برافروختہ ہو کر کہا:۔

ذرونی اقتل موسیٰ ۔ مجھے موسےٰ کو قتل کرنے دو۔ گویا وہ آپ کی جان کے درپے ہو گیا۔ اور کبھی کہا کہ ایک بلند مینار تعمیر کر دو۔ میں اس پر چڑھ کر ذرا موسےٰ کے خُدا کو تو دیکھوں مگر وہ خدا اجداے مینار کی بلندیوں پر نظر نہ آیا۔ قعر دریا میں نظر آ گیا۔ اور بے اختیار پکار اُٹھا۔ امنت انہ لا الٰہ الا اللہ الذی اٰمنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین[۹]

کہ وہ رب العلمین جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تھے۔ اس کا میں بھی فرمانبردار ہوں اور اس پر ایمان لاتا ہوں۔

اس ظالم نے جو مظالم بنی اسرائیل پر ڈھائے ان میں سے ایک "قتلِ اولاد" تھا۔ قرآن کریم میں ہے۔

یذبح ابناءھم ویستحی نساءھم (۲۸/۴)

وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا۔ ایک تو ذبح کے عام معنے ہیں۔ کہ مروا دیتا تھا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے۔ کہ ان پر ترقی کے تمام

راستے مسدود کر دیئے جاتے تھے۔

اسی طرح جب مسیح علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو ان کے ساتھ بھی ابنائے دنیا نے یہی سلوک کیا اور آپ کو تختۂ دار پر لٹکایا مگر اللہ تعالے نے اپنی حکمت کاملہ سے ان کو اس ذلت آمیز موت سے بچایا۔

سب سے آخر میں وجہ تخلیق کائنات اور لولاک لما خلقت الافلاک کے مصداق یعنی سیّد ولدِ آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو جس قدر تکالیف آپ کو دی گئیں۔ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی آپ نے جب توحید کی تبلیغ شروع کی تو لوگ برافروختہ ہو گئے یہ ایک طبعی امر ہے۔ کہ آفتاب کی روشنی سے شپرہ چشم بھاگتے ہیں۔ انہوں نے دلائل سے کیا مقابلہ کرنا تھا۔

آپ کے متعلق بعض تجاویز کیں جن کو قرآنِ کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:۔ (پ۹)

واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک

یعنے آپ کو پکڑ لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ قتل کر دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ شہر بدر کر دیا جائے چنانچہ آپ کے مکان کا گھیراؤ کیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حکمتِ کاملہ سے بچا لیا۔ اور ظالموں کے چنگل سے آپ کو نکال کر مدینہ کی طرف ہجرت کی توفیق عطا فرمائی اس کے بعد آپ کے تعاقب ہوئے۔ آپ کے قتل پر انعام مقرر کئے گئے بیسیوں جنگیں آپ سے کی گئیں۔ آخر آپ کا قصور کیا تھا۔ یہی کہ آپ حق کو حق کہتے تھے۔ اور باطل کو باطل۔

ایک دفعہ مکہ میں آپ کا بائیکاٹ کیا گیا۔ اور آپ شعبِ ابی طالب میں محصور ہو کر رہ گئے وہ نبی جس کی خاطر دنیا وجود میں آئی اس پر اس دنیا کا

آب و دانہ حرام قرار دیدیا گیا۔ ساری دنیا کو اللہ تعالیٰ اس وجود کی خاطر رزق دے اور دنیا اسی محسن پر ظلم کرے۔ کہ اسے بازار سے ضروریاتِ زندگی کی چیزیں بھی خریدنے نہ دے۔

اب میں بتانا چاہتا ہوں کہ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ اسلام کو زندہ دین ثابت کیا جائے۔ آپ نے نہ صرف دینِ اسلام کو زندہ ثابت کیا بلکہ اپنے عملی نمونہ سے بھی اس کو تابندگی بخشی۔ مگر آپ کے بعد آپ کی اولاد نے وہی کام شروع کر دیئے جو انبیاء کے مخالفین نے کئے تھے۔

سینکڑوں واقعات میں سے صرف اس واقعہ کو لیتا ہوں جو خود ہمارے ساتھ پیش آیا اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ خلیفہ صاحب ربوہ قیامت تک اس کو جھٹلا نہیں سکتے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ مختصر طور پر بیان کر دیتا ہوں کیونکہ میرا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ خلافت ربوہ کا قدم مخالفین انبیاءؑ کے نقشِ قدم پر ہے۔

ہمارے چھوٹے بھائی پر خلیفہ ربوہ نے یہ الزام لگایا ہے۔ کہ میرے دورۂ افریقہ کے دوران یہ دعا کرتا رہا ہے۔ کہ میرا جہاز CRASH ہو جائے۔ اس واقعہ کی تحقیقات کی تکلیف جناب خلیفہ صاحب نے نہیں فرمائی اور ہم دو جو اس کے بڑے بھائی ہیں۔ ہمیں اس بنا پر ملازمت سے فارغ کر دیا اور شام سے پہلے پہلے ربوہ سے نکل جانے کا آرڈر دے دیا۔ کہ ہم دونوں نے اپنے بھائی کی مذمت نہیں کی۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے یہ بھی عرض کر دوں۔ کہ ہمارا چھوٹا بھائی لیہ ضلع مظفر گڑھ میں دعائیں کر رہا تھا۔ اور ہمارے بڑے بھائی مری ضلع راولپنڈی میں تھے۔ اور خاکسار رشکارپور ضلع سکھر میں تھا۔

جناب خلیفہ صاحب کی ذہانت و فطانت اور معاملہ فہمی کی داد "ہم کم عقل" لوگ کیا دے سکتے ہیں ؎

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہم نے جناب خلیفہ صاحب کو اس امر کی تحقیقات کے لئے لکھا کہ جناب میاں صاحب ہمیں تو اس بات کا علم ہی نہیں اور اگر بالفرض وہ ایسی دعائیں کر بھی رہا تھا تو اس کا علم ہمیں مری اور شکارپور میں کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم نے دعوتِ مباہلہ بھی دی یہاں تک بھی لکھا کہ اگر یہ سزا کسی سابقہ گناہ کی پاداش میں ہمیں ملی ہے۔ تب بھی کوئی بات نہیں مگر ان سب کے جواب میں وہاں سکوتِ مرگ طاری تھا۔

قرآنِ کریم نے ایسے دنیا کے کیڑوں کیلئے کیا خوب فرمایا ہے:۔

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المھاد (۲/۲۰۶)

یعنے جب ایسے آدمی کو کہا جاتا ہے۔ کہ آپ تقوے سے کام لیں تو جھوٹی شیخی اسے گناہ میں لگا دیتی ہے۔ اس کیلئے جہنم کافی ہے۔ اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

اب خلیفہ صاحب ایک جھوٹ تو بول ہی بیٹھے تھے۔ جب اُنہیں کہا گیا کہ جس خدا نے آپ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اسی کا فرمان ہے۔ کہ ہر معاملہ میں تقوے سے کام لینا چاہیئے۔ اگر خلیفہ صاحب کے اندر تقویٰ خشیتہ اللہ اور محبتِ الٰہی کی رمق بھی باقی ہوتی تو وہ فوراً اس پر آمادہ ہو جاتے کیونکہ اہل اللہ کو کسی سے بغض نہیں ہوتا۔ مگر ہوا یہ کہ ہمارا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ ہمیں ملازمت سے فارغ کر دیا گیا اور ربوہ سے نکل جانے کا حکم دیدیا۔ اور پھر سرکاری گماشتے

ہمارے پیچھے لگا دیئے گئے جو ہمارے رشتہ داروں کو کہتے پھرتے تھے کہ اُن سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھو۔

اب آپ غور فرمائیں اوّل تو ہم نے کوئی جرم ہی نہیں کیا اور ہم پر ظلم رَوا رکھا گیا۔ کہ ہماری آمدنی کے ذرائع منقطع کر دیئے گئے ہماری اولاد کی ترقی میں یہ لوگ سنگِ گراں کی طرح حال ہو گئے قرآن شریف نے ایسے ظالمین اور مفسدین کے بارے میں لکھا ہے :۔

واذا تولّٰی سعٰی فی الارض لیفسد فیھا و یھلک الحرث والنسل (۲/۲۰۵)

کہ جب ایسا آدمی زمین میں حاکم بنتا ہے۔ تو اس میں فساد کرتا ہے۔ اور حرث و نسل کو تباہ کر دیتا ہے۔

اب آپ اس آیت کو خلیفہ ربوہ پر منطبق کر کے دیکھیں کیا اُنہوں نے ہماری آمدنی کے ذرائع بند نہیں کئے۔ اور ہماری اولاد کی ترقی کو نہیں روکا :۔

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس روایت کا بھی جائزہ لے لیا جائے جسے خلیفہ صاحب ربوہ اور اُنکی جماعت بائیکاٹ کی تائید میں پیش کرتے ہیں جن دنوں ہمیں بائیکاٹ اور اخراج کی سزا دیگئی تھی اس کے کچھ عرصہ بعد یہ بات الفضل میں بھی شائع ہوئی کہ حضور علیہ السلام بھی بعض افراد کا بائیکاٹ کیا کرتے تھے۔

سو واضح ہو کہ جنگِ تبوک میں تین صحابہ بعض وجوہ کے باعث جہاد میں شریک نہ ہو سکے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس مدینہ تشریف لائے تو آپ نے تمام سے جواب طلبی کی بہت سے منافقین نے اپنی علا

شمولیت کے متعلق عذر پیش کیے حضور علیہ السلام نے ان سب کے عذرات کو قبول کیا اور انہیں معاف فرما دیا۔ یہ تین صحابہ جو حلاوتِ ایمان سے آشنا تھے۔ انہوں نے منافقین کی طرح کوئی عذر پیش نہ کیا۔ بلکہ صاف صاف کہا کہ ہماری نیت میں کوئی فتور نہیں تھا محض سستی کی وجہ سے ہم شامل نہیں ہو سکے

حضرت کعب بن مالکؓ کے متعلق تو یہاں تک آتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کئی دفعہ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ میں بھی کوئی عذر پیش کروں اور جس طرح ،، منافقین کو معافی مل رہی ہے مجھے بھی مل جائیگی۔ ایک بار عذر پیش کرنے کا ارادہ کر کے میں گیا بھی مگر پھر رستے سے ہی واپس آگیا۔ کیونکہ میرا کانشنس کہتا تھا کہ جھوٹ بولنے سے کیا حاصل۔ آخر جب حضور کے دربار میں پیش ہوئے تو آپ نے فرمایا کعب کس عذر کی بنا پر کہ آپ شریکِ جہاد نہیں ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ حقیقی عذر تو کوئی نہیں میرے پاس سواری تھی میں خیال کرتا تھا کہ دوسرے لوگ پیدل جا رہے ہیں میں دیر سے چل کر بھی ان کو مل سکتا ہوں اس وجہ سے تاخیر ہو گئی اور آپ واپس تشریف لے آئے ورنہ میرا عذر کوئی نہیں محض سستی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر ان کو سزا دیدی کہ ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھا جائے چنانچہ پچاس دن تک ان کا تعلق دیگر مسلمانوں سے منقطع رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا اور اس کا ذکر سورۃ توبہ کے آخر میں آتا ہے۔

اس روایت سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

اول:۔ ان صحابہ کو حضور علیہ السلام نے جہاد میں شمولیت کا حکم دیا۔

دوم:۔ ان صحابہ سے اس حکم کی خلاف ورزی ہوئی۔

سوم:۔ جب قوم موت و حیات کی کشمکش میں ہو اس وقت بغیر عذر شریک

جنگ نہ ہونا جرم قرار پاتا ہے۔

چہارم:۔ جن لوگوں نے معمولی عذر پیش کئے ان کو معاف کر دیا گیا۔

پنجم:۔ یہ سزا حضور علیہ السلام نے خود نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے دی۔ اسکی تائید میں کہ یہ سزا اللہ تعالیٰ کے حکم سے دی گئی تھی میں جناب میاں محمود احمد صاحب کی ایک تحریر پیش کرتا ہوں آپ تفسیر صغیر میں جہاں ان تین صحابہ کا ذکر ہے۔ اس آیت پر ایک نوٹ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ان تین صحابہ کی طرف اشارہ ہے جو منافق نہ تھے محض غلطی کی وجہ سے جنگ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے رہ گئے تھے۔ پس چونکہ وہ مومن تھے ان کو رسول اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سزا دی اور جو منافق تھے ان کو چھوڑ دیا۔ اور سزا نہ دی۔" (تفسیر صغیر صفحہ ۲۵۲)

اب ہمارے معاملے کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

اوّل:۔ ہمیں خلیفہ صاحب کیطرف سے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ جسکی ہم نے نافرمانی کی ہو۔

دوم:۔ خلیفہ صاحب نے بذریعہ نظارت امورِ عامہ ہمیں کہا کہ آپ تحریر لکھ دیں کہ آپ اپنے چھوٹے بھائی سے تعلق نہ رکھیں گے۔ ہم نے اس کی تعمیل کی۔

سوم:۔ خلیفہ صاحب نے ہم پر جھوٹا الزام لگایا۔ کہ تم نے اپنے بھائی کو ملامت نہیں کی جب ہم نے تحریر دیدی کہ ہم اس سے تعلق نہ رکھیں گے۔ تو ملامت اور کس چیز کا نام ہے۔

چہارم:۔ خلیفہ صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیطرح تحقیقات

نہیں کی اور نہ ہی ہم سے پوچھا ہے۔ کہ نہیں کوئی اِسبات کا علم بھی ہے۔ یا نہیں کہ تمہارا بھائی جہاز کے CRASH ہونے کی دعائیں کرتا رہا ہے۔

پنجم:۔ ہم نے خلیفہ صاحب کو خطوط لکھے کہ آپ اس بات کی تحقیقات کریں مگر خلیفہ صاحب ان سب خطوط کو پی گئے

ششم:۔ ہم نے دعوتِ مباہلہ دی۔ کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو مگر خلیفہ صاحب مقابلہ سے گریز کر گئے۔

ہفتم:۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو شہر سے اخراج کی سزا نہیں دی مگر خلیفہ صاحب نے رسولِ کریمؐ سے آگے قدم رکھا اور کفار کے طریق کو اختیار کیا۔ میں بیسیوں ایسے افراد کی شہادتیں پیش کر سکتا ہوں جن کو ربوہ سے اخراج کی سزا دی گئی ہے۔ اگر ان کے والدین بھی فوت ہو جائیں تو وہ بیچارے آخری دیدار بھی اپنے والدین کا نہیں کر سکتے نہ کسی عزیز کی شادی شریک ہو سکتے ہیں۔ نہ کسی مرگ پر جنازہ پڑھ سکتے ہیں بلکہ بعض کے متعلق یہاں تک فیصلہ ہے کہ اگر ان کا کوئی خط ان کے والدین کو آیا۔ تو ان کے والدین کو بھی ربوہ سے نکال دیا جائے گا۔ اسلام کے دعویدار اسی اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو۔ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ:۔

ہشتم:۔ یہ سزا خلیفہ صاحب نے اللہ کے حکم سے نہیں دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ سزا اللہ تعالیٰ کے حکم سے دی تھی۔ اگر خلیفہ صاحب نے خدا کے حکم سے ایسا کیا ہے۔ تو حلفاً اپنا بیان شائع کریں۔

نہم:۔ جن کو سزا دی گئی وہ مومن تھے۔ یا تو خلیفہ صاحب اور ان کی

جماعت ہمیں مومن سمجھے اور خود منافق بن جائے۔ مگر وہ ایسا کرنے کو بھی تیار نہیں ۔

دہم :۔ پھر وہ سزا وقتی تھی۔ مگر یہ سزا تو زندگی بھر چلتی ہے۔ چنانچہ بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جو سالہا سال سے شہر بدر ہیں اور کوئی ان کا پُرسانِ حال نہیں اپنے عزیز و اقربا سے مل بھی نہیں سکتے۔ حکومتِ پاکستان کب ان ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچائے گی جنہوں نے والدین کے جگر گوشوں پر زندگی کی تمام راہیں مسدود کر دی ہیں اور ان کے پیار تک کو چھین لیا ہے۔ کیا وقت نہیں آیا کہ حکومت اس طرف توجہ کرے ۔

یاز دہم :۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سزا دی اور اُن سے تعلق نہ رکھا مگر خلیفہ صاحب ربوہ جن کو جماعت سے نکالتے ہیں ۔ ان کو مروا دینے سے بھی نہیں چوکتے میں نے پیغام صلح کی کسی اشاعت میں "اشارۃً" ذکر کیا تھا۔ کہ ہم ربوہ کے قریب ایک بستی احمد نگر میں اُترے تو رات کو ہمارا تعاقب کیا گیا اور ہم رات کے دو بجے لاہور پہنچے بعد میں مجھے اطلاع ملی کہ جن لوگوں سے ہمارے تعلقات تھے ان کے گھروں کی رات کو تلاشی لیگئی اور خلیفہ صاحب کے "فدائی" یہ کہتے پھرتے تھے۔ کہ اگر یہ لوگ ہمارے ہاتھ آجاتے تو پھر ان کو پتہ چلتا کہ ہم ان سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ ان تمام کوائف پر آپ نگاہ دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خلیفہ صاحب ربوہ ایک نئے مذہب کے مُوجد ہیں جسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں وہ مجھے بتائیں کہ حضرت کعب بن مالکؓ کا واقعہ انکے بائیکاٹ کی کیسے تائید کرتا ہے۔ اس واقعہ کا تو ایک جزو آپ کے بائیکاٹ کی تردید کر رہا ہے۔ اور آپ اسکو مستند بنانے کی کوشش کر رہے ہیں آپ نے لوگوں جو اپنے تئیں مسیح موعود کی جماعت قرار دیتے ہو خدا کیلئے

قرآنِ مجید کی مخالفت سے باز آجاؤ ورنہ یاد رکھو مرزا ناصر احمد کی تاویلیں اور تفسیریں آپ کو خدائی گرفت سے نہ بچا سکیں گی۔

اب میں حکومتِ پاکستان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہم اِس ملک کے آزاد شہری نہیں۔ اگر فی الواقعہ ہم پاکستانی ہیں تو ہمارا ربوہ میں امورِ عامہ کا ویزا لئے بغیر داخلہ کیوں ممنوع ہے۔ کیا وہ پاکستان کے اندر ایک علیحدہ حکومت ہے۔ کیا وہاں پاکستان کے علاوہ اور قوانین نافذ ہیں ہمارے تمام دوستوں اور رشتہ داروں کو ہم سے بولنا منع کر دیا گیا ہے۔ کیا پاکستان کی حکومت ایک برائے نام حکومت ہے۔ اور اصل حاکم مرزا ناصر احمد ہے۔ کیا اس کو ریاست اندر ریاست نہیں کہتے جہاں لوگوں کو شہر سے نکال دیا جائے ملازمتوں سے جواب دے دیا جائے اور ان سے بولنے یا کلام کرنے والوں کو ویسی ہی سزائیں دی جائیں۔ حکومت سے میری پُرزور اپیل ہے۔ کہ وہ مرزا ناصر احمد کی گوشمالی کرے کیونکہ یہ سزائیں کفار تو مسلمانوں کو دیتے رہے ہیں۔ مگر کبھی مسلمانوں نے مسلمانوں کو نہیں دیں۔ میں نے اسی لئے نوح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلعم کے زمانہ تک کے تمام انبیاءؑ کے مخالفین کا وطیرہ درج کر دیا ہے۔ تا ہر ایک کو علم ہو جائے کہ "خلافت ربوہ" ہرگز دینداری کی روح اپنے اندر نہیں رکھتی بلکہ فرعونی سیاست کی علمبردار ہے۔ ان تمام آیات کے مطالعہ کے بعد بھی اگر خلافت ربوہ سے تعلق رکھنے والے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا خلیفہ مسیح موعود کا جانشین ہے۔ تو ان کی بصیرت پر ہم ماتم کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔

سارے قرآن کی گواہی ہے کہ بائیکاٹ اور اخراج کفّار کا طریق کار ہے۔ اگر ربوہ والوں کو قرآن کی گواہی منظور نہیں بلکہ مرزا ناصر احمد صاحب کی بات ہی مرغوب خاطر ہے۔ تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ لوگ جو مرزا ناصر احمد کی خلافت سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کو چھوڑ کر روحانیت کی موت مر چکے ہیں۔ اگر انہیں قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے۔ اور خلاف قرآن احکام کے متعلق غیرت ہے۔ تو انہیں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیئے کیونکہ ان کی بیعت کا مقصد قرآن کو عزت دینا ہے۔ نہ کہ قرآن مجید کی اہانت ہوتے دیکھنا اور خاموش تماشائی بنے رہنا۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں حق بات کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام براندرتھ روڈ۔ لاہور